اسلامی تحقیقی مضامین -۵-

عذر کے سبب گھروں میں نماز عید کی ادائیگی، حکم اور طریقۂ کار

جمع وترتیب

حافظ علیم الدین یوسف

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

نظر ثانی وتقریظ

فضیلۃ الشیخ محمد اشفاق سلفی حفظہ اللہ

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اهتدى بهداه وبعد.

فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون (الأنبياء: الآية ٧)

آج ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ کو عزیز گرامی حافظ علیم الدین یوسف سلمہ اللہ کی ایک علمی و تحقیقی تحریر نظر نواز ہوئی جس میں انہوں نے نماز عید کی گھروں میں قضا اور بحالت مجبوری گھروں میں اسکی ادائیگی کے موضوع پر سیر حاصل بحث کی ھے اور احادیث و آثار کا احاطہ کیا ھے، یقیناً یہ مختصر رسالہ طلبہ علوم شریعت کے لئے ایک علمی و تحقیقی تحفہ ھے، اسی طرح جن لوگوں نے گھروں میں عذر شرعی اور حاجت شدیدہ کے باوجود نماز عید کی ادائیگی کو غیر شرعی عمل قرار دیا ھے یا اسکو بنیاد بنا کر گھروں میں نماز جمعہ کی ادائیگی کو زبردستی سند جواز عطا کی ھے، ایسے تمام لوگوں کے لئے بھی یہ تحریر چشم کشا ھے۔

اللہ تعالیٰ عزیز گرامی کو، جو ابھی جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں قسم فقہ میں ایم اے کر رھے ھیں، رسالہ ھذا کی تالیف پر جزائے خیر دے اور دریائے علم و تحقیق کی مزید شناوری عطا فرمائے. آمین.

عاجز

محمد اشفاق سلفی

مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

دربھنگہ (بہار) انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاک ڈاؤن اور کورونا کی اس تشویشناک صورتحال میں بے شمار مسائل نازلہ میں سے ایک اہم مسئلہ نماز عید کی ادائیگی کا ہے.

بنیادی طور پر ہم اس مسئلے کو چار حصوں میں تقسیم کریں گے.

1. فوت شدہ عید کی نماز کی قضا کا حکم اور اس کا طریقہ.

2. کیا کسی عذر کے پیش نظر گھر میں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے؟

3. اگر ان حالات میں گھر میں عید کی نماز ادا کرتے ہیں تو رکعت کی تعداد کیا ہو گی؟

4. انفرادی طور پر عید پڑھنے کے بعد خطبہ دینے کا کیا حکم ہے؟

پہلا مسئلہ:

فوت شدہ عید کی نماز کی قضا کا حکم اور اس کا طریقہ

ائمہ أربعہ اس امر پر متفق ہیں کہ فوت شدہ عید کی نماز کی ادائیگی جائز اور مشروع ہے.

مگر اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا ایسا شخص نماز عید کے مثل دو رکعتیں ادا کرے گا یا پھر چار رکعت پڑھے گا.

پہلا قول:

ائمہ ثلاثہ - امام مالک[1]، امام شافعی[2] اور امام احمد[3] (راجح قول کے مطابق) - رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص جس کی عید کی نماز فوت ہوگئی ہو وہ دو رکعتیں نماز کی طرح زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھے گا.

اسی قول کے قائل تابعین میں سے امام عطاء[4]، مجاہد[5]، ابن الحنفیہ[6]، حسن بصری[7]، ابراہیم النخعی[8]،

---

[1] الجامع لمسائل المدونة (٣/ ٩٤٨)، النوادر والزيادات على ما في المدونة من غيرها من الأمهات (١/ ٥٠٠).

[2] الأم للشافعي (١/ ٢٧٥)، البيان في مذهب الإمام الشافعي (٢/ ٦٥١).

[3] مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه (٢/ ٧٦٨)، المحرر في الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل (١/ ١٦٦).

[4] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨٠٢)

[5] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨٠٤)

[6] (٥٨٠٦) المصدر السابق

[7] (٥٨٠٧) المصدر السابق

[8] (٥٨٠٨) المصدر السابق

حماد[1]، ابو اسحاق السبیعی[2]، ابن سیرین[3]، عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ[4]، اور قاسم بن عبد الرحمن ہیں[5].

امام بخاری رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے.[6]

دوسرا قول: جسکی نماز عید فوت ہوگئی ہو اور وہ اسکی قضا کرنا چاہتا ہو تو وہ چار رکعت پڑھے گا۔

اس قول کے قائل امام ابو حنیفہ[7] اور امام احمد[8] رحمہا اللہ (ایک قول کے مطابق) ہیں.

---

[1] (٥٨٠٩) المصدر السابق

[2] (٥٨١٠) المصدر السابق

[3] (٥٨١١) المصدر السابق

[4] (٥٨١٧) المصدر السابق

[5] (٥٨١٩) المصدر السابق

[6] صحيح البخاري (٢/ ٢٣)

[7] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (١/ ٢٧٩).

[8] مختصر الخرقى (ص: ٣٣)

یہی قول تابعین میں سے امام شعبی[1] اور امام ضحاک[2] رحمہا اللہ کا ہے.

دوسرے قول کی دلیل:

پہلی دلیل:

"عَنْ حَنَشِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: " صَلُّوا يَوْمَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ , رَكْعَتَانِ لِلسُّنَّةِ , وَرَكْعَتَانِ لِلْخُرُوجِ ".[3]

حنش بن المعتمر کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: عید کے دن مسجد میں چار رکعت پڑھو، دو رکعت مسنون عید کی اور دو رکعت عید گاہ کو جانے کی.

حدیث کا حکم: المطالب العالیہ کے محقق نے اس روایت کو دو علتوں کی بنیاد پر ضعیف قرار دیا ہے.

کیوں کہ اس کی سند میں لیث ابن ابی سلیم اور حنش بن المعتمر ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں.

امام بوصیری نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے.[4]

---

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ٨٥٠٢)

[2] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨٠٥) بسند ضعيف.

[3] السنن الكبرى للبيهقي (٣/ ٤٣٤)، معرفة السنن والآثار (٥/ ١٠٢)،

[4] المطالب العالية محققا (٥/ ١٤٨).

دوسری دلیل:

عَنْ أَبِي قَيْسٍ، قَالَ: أَظُنُّهُ عَنْ هُذَيْلٍ، «أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِضَعَفَةِ النَّاسِ يَوْمَ الْعِيدِ أَرْبَعًا كَصَلَاةِ الْهَجِيرِ».[1]

ابو قیس رحمہ اللہ هذیل رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ضعیف اور کمزور لوگوں کو عید کے دن چار رکعت ظہر کی نماز کی طرح پڑھائیں.

حدیث کا حکم:

المطالب العالیہ کے محقق لکھتے ہیں کہ: ابن الترکمانی الجوھر النقی میں فرمایا: اس کی سند میں ابو قیس ہیں جن کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس کی توثیق میں اختلاف ہے.

اور (امام بیہقی) ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ: امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی حدیث حجت نہیں ہوتی.[2]

امام احمد رحمہ اللہ ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ: انہوں نے کئی ایک حدیثوں میں مخالفت کی ہے.[3]

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨١٦.

[2] (٥/ ١٤٩).

[3] (العلل: ٨٧٠).

ایک دوسرے مقام پر امام احمد رحمہ اللہ نے ان کی حدیث پر منکر کا حکم لگایا ہے.[1]

امام میمونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو کہتے ہوئے سنا جب ان سے ابو قیس الآودی کی حدیث کے بارے میں پوچھا گیا.............. تو فرمایا کہ "اس حدیث کو صرف ابو قیس نے روایت کیا ہے، اس کی احادیث منکر بھی ہیں.[2]

علامہ سعد الشثری رحمہ اللہ نے اس اثر کو مصنف کی تحقیق میں حسن کہا ہے. چنانچہ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن ہے، ابو قیس صدوق ہیں.[3]

اس اثر کا راجح حکم:

یہ اثر ضعیف ہے. کیونکہ ابو قیس الاودی نے اپنے سے اوثق راوی کی مخالفت کی ہے. اور مخالفت کے وقت ان کی روایت ضعیف ہو گی جیسا کہ ابھی امام احمد رحمہ اللہ کے قول میں اس کا ذکر آیا. واللہ اعلم.

تیسری دلیل:

عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «يُصَلِّي أَرْبَعًا».[4]

---

[1] (العلل: ٥٦١٢).

[2] (سؤالات الإمام أحمد: ٤١٧)

[3] (المصنف: ج٤، ص:٢٥١)

[4] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٧٩٩)

امام شعبی رحمہ اللہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ: "چار رکعتیں ادا کی جائیں گی".

اثر کا حکم:

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ امام شعبی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے، لہذا یہ روایت منقطع ہوئی.

چوتھی دلیل:

عَنْ مَسْرُوقٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «مَنْ فَاتَهُ الْعِيدُ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا».[١]

امام مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "جس کی عید فوت ہو جائے اسے چاہیے کہ وہ چار رکعت پڑھے."

اثر کا حکم:

اس اثر کی سند ضعیف ہے، کیوں کہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہیں جو کہ مدلس ہیں اور یہاں لفظ عن سے روایت کی ہے.

دوسری بات یہ کہ حجاج کو مسلم کے تلامذہ میں کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے اور نا ہی حجاج کے شیخ مسلم کو حجاج کے اساتذہ میں کسی نے ذکر کیا ہے.

---

[١] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨٠٠)

پانچویں دلیل:

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: «مَنْ فَاتَهُ الْعِيدَانِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا».[1]

امام شعبی رحمہ اللہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:"جس کی نماز عیدین چھوٹ جائے اسے چار رکعت پڑھنی چاہیے."

اثر کا حکم:

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ امام شعبی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے،لہذا یہ روایت بھی منقطع ہوئی.

[1] (مصنف عبد الرزاق الصنعاني: ٥٧١٣)

پہلے قول کے دلائل:

پہلی دلیل:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ – رضي الله عنه –: " صَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ , وَصَلَاةُ الْفِطْرِ رَكْعَتَانِ , وَصَلَاةُ الْأَضْحَى رَكْعَتَانِ , وَصَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ , تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ , عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ – صلى الله عليه وسلم – ".[1]

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: جمعہ کی دو رکعتیں ہیں، عید الفطر کی دو رکعتیں ہیں، عید الأضحی کی دو رکعتیں ہیں اور سفر کی دو رکعتیں ہیں. اور یہ تمام کی تمام مکمل ہیں ادھوری نہیں. اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے (نکلا ہوا حکم ہے).

اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے.

وجہ استدلال: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل یہ ہے کہ عیدین کی کی نماز دو رکعت ہے. لہذا اس اصل کو چھوڑ کر کسی اور حکم کی طرف، صحیح اور صریح دلیل کے بغیر نہیں جایا جاسکتا. اس لیے کہ فقہی قاعدہ ہے: الأصل بقاء ما كان على ما كان.

یعنی قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز جس حالت پر تھی اسے اسی پر باقی رکھا جائے.

[1] النسائي: ١٤٢٠ , ابن ماجة: ١٠٦٣ , مسند أحمد: ٢٥٧ , وصححه الألباني في الإرواء: ٦٣٨

دوسری دلیل:

عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، «أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ رَكْعَتَيْنِ» قَالَ: وَقَالَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى: «يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ» فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ أَبِي لَيْلَى: يُصَلِّي بِغَيْرِ خُطْبَةٍ؟ قَالَ: «نَعَمْ». [1]

ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ کوفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھائے.

اور ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ: دو رکعت ہی پڑھیں گے.

ایک شخص نے ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے کہا کہ: کیا بغیر خطبہ کے نماز پڑھنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں.

اثر کا حکم: اس اثر کو شیخ سعد الشثری حفظہ اللہ نے مصنف کی تحقیق میں صحیح کہا ہے.

اسی طرح صاحب کتاب "**ما ورد من آثار الصحابة في الفقه**" نے بھی اس اثر کو صحیح کہا ہے. [2]

---

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨١٨).

[2] (١/ ٥١٣)

وجہ استدلال: اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے "**کتاب العیدین، باب القوم یصلون فی المسجد، کم یصلون**" میں بیان کیا ہے. جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک عید کی نماز اگر عید گاہ کے علاوہ کہیں اور پڑھنی ہو تو دو رکعت ہی پڑھیں گے.

تیسری دلیل:

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، «أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِضَعَفَةِ النَّاسَ فِي الْمَسْجِدِ رَكْعَتَيْنِ».[۱]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ضعیف لوگوں کو مسجد میں دو رکعت نماز پڑھائے.

اثر کا حکم:

اس اثر کی سند ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابو اسحاق السبیعی ہیں اور وہ مدلس ہیں.[۲]

---

۱ (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨١٥).

۲ ابو اسحاق السبیعی گرچہ مدلس ہیں مگر یہاں حکایت فعل کی ہے، اور ابن رجب رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق اگر مدلس کا سماع اپنے شیخ سے ثابت ہو تو اس کی وہ "اَنّ اَنّ" روایت کو سماع پر محمول کرتے ہیں.

التدلیس فی الحدیث، صیغ اداء الحدیث مع بیان حکم الحدیث المعنعن. للشیخ محمد حسن عبد الغفار.

https://audio.islamweb.net/audio/index.php?page=FullContent&audioid=178702

چوتھی دلیل:

عَنْ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا بَعْضُ، آلِ أَنَسٍ، «أَنَّ أَنَسًا كَانَ رُبَّمَا جَمَعَ أَهْلَهُ وَحَشَمَهُ يَوْمَ الْعِيدِ، فَصَلَّى بِهِمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ رَكْعَتَيْنِ». [1]

انس رضی اللہ عنہ بسا اوقات اپنے اہل و عیال اور اعزہ اقارب کو عید کے دن جمع کرتے، پھر عبد اللہ بن ابی عتبہ انہیں دو رکعت نماز پڑھاتے.

اثر کا حکم:

اس اثر کو شیخ عبد اللہ الدویش رحمہ اللہ نے قوی کہا ہے. اور شواہد کی وجہ سے یہ اثر صحیح ہے.

وجہ استدلال:

اس اثر سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر عید گاہ میں امام کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر نہیں ہو سکے اور کہیں دوسری جگہ عید پڑھی تو ایسی صورت میں دو رکعت ہی پڑھیں گے.

---

[1] تنبيه القارئ (١/ ٧٥)، ما صح من آثار الصحابة في الفقه (١/ ٥١٣). بل هو صحيح بشواهده كما حقق الأخ الفاضل الشيخ عبد الله النراينفوري. (الرياض، السبت ٢٣ رمضان ١٤٤١هـ).

پانچویں دلیل:

عَنِ الْحَكَمِ، قَالَ: «كَانَ أَبُو عِيَاضٍ مُسْتَخْفِيًا، فَجَاءَهُ – وفي بعض نسخ المصنف "فجاءه مجاهد"– يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، ودعا».[1]

حکم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عیاض (کسی وجہ کر) چھپے ہوئے تھے تو امام مجاہد رحمہ اللہ ان کے پاس آئے اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اور دعا فرمائی۔

اثر کا حکم:

اس اثر کے تمام راوی ثقہ ہیں.

وجہ استدلال:

اس اثر میں یہ وضاحت ہے کہ امام مجاھد رحمہ اللہ نے جس جگہ پر امامت کروائی تھی وہ نہ ہی عید گاہ تھی، نہ ہی مسجد اور نہ ہی کوئی کھلی ہوئی جگہ.

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨٠٤)

لہذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ عید کی نماز اگر عید گاہ میں نہیں پڑھتے ہیں تو کہیں بھی پڑھیں صرف دو رکعت ہی پڑھیں گے.

چھٹی دلیل:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: «صَلَّى بِالنَّاسِ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ رَكْعَتَيْنِ فِي إِمَارَةِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ».[1]

عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصعب بن زبیر رحمہ اللہ کی گورنری کے دوران کوفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی گئی.

اثر کا حکم:

واللہ اعلم، اس اثر کی سند صحیح معلوم ہوتی ہے.

راجح:

اس مسئلے میں راجح پہلا قول ہے.

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨١٧).

اسباب ترجیح:

پہلے قول کی ترجیح کے کئی اسباب ہیں.

1. نماز عید فوت ہو جانے پر چار رکعت کی ادائیگی پر دلالت کرنے والے تمام آثار ضعیف ہیں.

2. علی رضی اللہ عنہ سے وارد ایک صحیح اثر کے مطابق ان کا قول بھی قول اول کی تائید میں وارد ہے۔

اور علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں، لہذا دو رکعت کی ادائیگی کا حکم خلفاء راشدین کی سنت میں داخل ہو گا.

3. جتنے بھی صحیح آثارِ صحابہ ہیں ان سب میں دو رکعت کا ہی ذکر ہے.

4. دو رکعت کی ادائیگی کا قول ہی اصل کے موافق ہے، اور فقہی قاعدہ ہے کہ: اصل یہی کہ جو چیز جس حالت پر پہلے تھی اسے اسی حالت پر باقی رکھا جائے، جب تک کہ کوئی صحیح اور صریح دلیل اس کے بر خلاف نہ ملے. -واللہ اعلم-

ملاحظہ: بعض احباب نے الأوسط لابن المنذر کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے اور اس کی تصحیح کے سلسلے میں حافظ ابن حجر اور علامہ ابن رجب رحمہا اللہ کا قول نقل کیا ہے۔

اثر کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کسی کی نماز عید فوت ہو جائے اسے چار رکعت پڑھنی چاہیے۔

اگر اس اثر کی سند صحیح ہے تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عید کی نماز چھوٹ جانے پر چار رکعت پڑھنا بھی جائز ہے۔

مگراس کے باوجود زیادہ بہتر یہی ہے کہ دو رکعت ہی عید کے مثل پڑھی جائے۔

کیوں کہ یہ طریقہ خلفاء راشدین میں سے آخری خلیفہ علی رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے۔

اور دو رکعت ادا کرنا دو صحابہ سے ثابت ہے۔

دوسرا مسئلہ:

کیا کسی عذر کے پیش نظر گھر میں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے؟

زیادہ درست موقف یہ ہے کہ نماز عید عذر کی وجہ سے عید گاہ کے علاوہ کہیں اور بھی پڑھی جا سکتی ہے.

دلائل اور اقوال سلف:

١.عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، «أَنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَسْجِدِ الْكُوفَةِ رَكْعَتَيْنِ». [1]

ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ کوفہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھائے.

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨١٨).

وجہ استدلال: نماز عید کی کھلے میدان میں امام کے ساتھ ادائیگی ہی سنت ہے اور بغیر کسی عذر کے مسجد میں ادا کرنا بدعت ہے، جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے. لہذا علی رضی اللہ عنہ کا معذوروں کو مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت دینا اس بات کی دلیل ہے کہ عذر پائے جانے کی صورت میں نماز عید، عید گاہ کے علاوہ بھی کہیں اور ادا کی جاسکتی ہے، خواہ وہ مسجد ہو یا گھر. کیوں کہ اگر عذر نہ ہو تو مسجد اور گھر دونوں جگہ عید کی نماز کی ادائیگی کا ایک ہی حکم ہو گا.

لہذا عذر پائے جانے کی صورت میں دونوں جگہ نماز عید کی ادائیگی کا حکم بھی یکساں رہے گا. بلا دلیل تفریق نہیں کی جاسکتی.

٢."عَنِ الْحَكَمِ، قَالَ: «كَانَ أَبُو عِيَاضٍ مُسْتَخْفِيًا، فَجَاءَهُ – وفي بعض نسخ المصنف "فجاءه مجاهد"– يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ، وَدَعَا". [١]

حکم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عیاض (کسی وجہ کر) چھپے ہوئے تھے تو امام مجاہد رحمہ اللہ ان کے پاس آئے اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی اور دعا کی.

---

[١] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٨٠٤).

وجہ استدلال:

یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ چھپنے کی جگہ کوئی کھلا میدان نہیں ہوتا بلکہ کوئی مکان یا گھر ہوتا ہے.

لہذا امام مجاہد رحمہ اللہ کا ابو عیاض رحمہ اللہ کی امامت کرانا اس بات کی دلیل ہے کہ امام مجاہد رحمہ اللہ عذر کے سبب گھر میں عید کی ادائیگی کی مشروعیت کے قائل تھے.

3. ائمہ اربعہ میں امام مالک سے اس بات کی صراحت موجود ہے کہ عذر کے سبب گھر میں عید کی نماز ادا کی جاسکتی ہے.[1]

4. مالکیہ میں ابن حبیب المالکی نامی ایک بڑے عالم گزرے ہیں، انہوں نے بھی کسی عذر کے سبب گھر میں نماز عید کی ادائیگی کو جائز کہا ہے.[2]

5. امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے "**بَابٌ:إِذَا فَاتَهُ العِيدُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ، وَمَنْ كَانَ فِي البُيُوتِ وَالقُرَى**".[3]

---

[1] موطأ مالك ت عبد الباقي (١/ ١٨٠).

[2] المنتقى شرح الموطإ (١/ ٣١٩).

[3] صحيح البخاري (٢/ ٢٣).

وجہ استدلال:

امام بخاری رحمہ اللہ کا قول: "ومن كان في البيوت" [اور جو لوگ گھروں میں ہوں] یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک کسی عذر کے سبب گھر میں نماز عید کی ادائیگی درست ہے.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کے اس جملے "ومن كان في البيوت" پر کوئی تبصرہ نہیں کیاہے، لہذا یہ اس بات کی دلیل ہوئی کہ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی عید کی نماز بسبب عذر گھر میں ادا کی جاسکتی ہے.

ملاحظہ فرمائیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول:

"فِي هَذِهِ التَّرْجَمَةِ حُكْمَانِ مَشْرُوعِيَّةُ اسْتِدْرَاكِ صَلَاةِ الْعِيد إِذا فَاتَت مَعَ الْجَمَاعَة سَوَاء كَانَت بِالِاضْطِرَارِ أَوْ بِالِاخْتِيَارِ وَكَوْنِهَا تُقْضَى رَكْعَتَيْنِ كَأَصْلِهَا."[1]

یعنی اس عنوان میں دو حکم کے تعلق سے بات کی گئی ہے، پہلا یہ کہ اگر جماعت کے ساتھ عید کی نماز فوت ہو جائے تو اس کو پڑھا جائے گا، خواہ کسی مجبوری کی وجہ سے چھوٹے یا اختیاری طور پر.

---

[1] فتح الباري لابن حجر (٢/ ٤٧٤).

اور دوسرا حکم یہ ہے کہ اس کی ادائیگی اسی طرح دو رکعت ادا کی جائے گی جیسے کہ نماز عید پڑھی جاتی ہے.

علامہ البانی رحمہ اللہ نے ایک بار شدید ضرورت کے سبب اپنے اہل خانہ کو جمع کر کے نماز عید گھر میں پڑھی اور خطبہ بھی دیا۔[1]

استاد محترم شیخ سلیمان الرحیلی حفظہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے.

گھروں میں عید کی ادائیگی کے جواز پر چند اعتراضات اور ان کا جواب:

اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ جب عذر کی وجہ سے گھر میں عید کی نماز ادا کر سکتے ہیں تو عذر کی وجہ سے جمعہ کی نماز گھر میں ادا کیوں نہیں کر سکتے.

توجواب یہ ہے کہ یہ ہم نے دو بنیادوں پر منع کیا ہے.

1. نماز عید کی عید گاہ کے علاوہ کہیں اور ادائیگی (خواہ مسجد ہو یا گھر) صحابہ و تابعین سے ثابت ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

---

[1] (كناشة البيروتي: ۴/۱۹۵۳)۔ از افادات شیخنا شیخ محمد اشفاق سلفی حفظہ اللہ.

جبکہ جمعہ کے دن کسی سبب سے جمعہ رہ جانے سے گھروں میں جمعہ کی ادائیگی کا ثبوت صحابہ وسلف سے نہیں ملتا.

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ والے اثر کا کیا جواب ہوگا؟

توجوابا عرض ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے مذکورہ اثر کے سلسلے میں سب سے پہلے میں یہ واضح کردوں کہ ان سے تین قسم کے آثار منقول ہیں۔

پہلا اثر وہ ہے جس میں ان کے تین میل سے جمعہ میں حاضر ہونے کا ذکر ہے، جبکہ دوسرا وہ ہے جس میں دو فرسخ (یعنی ٦ میل) سے جمعہ میں حاضر ہونے کا ذکر موجود ہے۔ اور تیسرا وہ اثر جو کہ مجمل ہے اور جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں تعلیقا ذکر کیا ہے۔

پہلا اثر:

عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ قَالَ: كَانَ أَنَسٌ «يَكُونُ فِي أَرْضِهِ، وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَصْرَةِ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ، فَيَشْهَدُ الْجُمُعَةَ بِالْبَصْرَةِ». [١]

ثابت البنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ اپنی زمین میں ہوتے تھے، ان کے اور بصرہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہوتا تھا، وہ نماز جمعہ کیلیے بصرہ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

---

[١] (عبد الرزاق فی مصنفه: ٥١٥٨)

دوسرا اثر:

عن أبي البختري قال: رأيت أنسا شهد الجمعة من الزاوية وهي فرسخان من البصرة.[1]

ابوالبختری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ "زاویہ" سے جمع پڑھنے آتے اور زاویہ بصرہ سے دو فرسخ کی دوری پر ہے.

تیسرا اثر:

"عَن حميد الطَّوِيل قَالَ كَانَ أنس يكون فِي قصره فأحيانا يجمع وَأَحْيَانا لَا يجمع".[2]

حمید الطویل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ اپنی محل میں ہوتے تھے، کبھی وہ جمعہ پڑھنے آتے تھے اور کبھی نہیں۔

بعض احباب نے اس کا ترجمہ کچھ یوں سمجھا ہے کہ: انس رضی اللہ عنہ اپنے محل میں کبھی جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں۔

جب کہ یہ معنی لینا کئی ایک وجوہات کی بنا پر درست نہیں ہے۔

ا۔ اس مجمل اثر کے علاوہ مسئلۂ ہذا میں دو طرح کے آثار ہیں:

---

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٠٧٦)

[2] صحیح البخاري (٢/٦) امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اپنی صحیح تعلیقا ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تغلیق التعلیق (٢/٣٥٥) میں، امام مسدد کے حوالے سے موصولا بیان کیا ہے۔

پہلے میں تین اہم فروق مذکور ہیں جو دوسرے میں نہیں ہیں:۔

پہلا فرق: یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اپنی زمین میں ہوتے تھے۔

دوسرا فرق: بصرہ سے اس زمین کی دوری ۳ میل تھی۔

تیسرا فرق: اس اثر میں انس رضی اللہ عنہ کے عمل کو استمرار کے صیغہ سے ذکر کیا گیا ہے۔

جبکہ دوسرے اثر میں یہ مذکور ہے کہ:

۱۔ انس رضی اللہ عنہ مقام زاویہ سے آتے تھے۔ (جہاں ان کا محل تھا)۔

۲۔ یہ مقام دو فرسخ (یعنی ۶ میل) کی دوری پر تھا۔

۳۔ اس اثر کے الفاظ میں استمرار کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ مجرد رویت کی خبر ہے۔

اب آئیں اس اثر کی طرف جسے میں نے مبہم کہا ہے۔

اس اثر کا قریب الذکر دونوں آثار سے موازنہ کریں، نتیجہ یہی نکلے گا کہ یہ مجمل اثر جو صحیح بخاری میں تعلیقا مذکور ہے وہ اس اثر کے موافق ہے جس میں دو فرسخ سے جمعہ میں حاضر ہونے کی بات کی گئی ہے۔

لہذا اس مجمل اثر کی تشریح اس آخر الذکر اثر سے کریں گے یعنی "أحیانا یجمع وأحیانا لا یجمع" کا معنی یہ ہو گا کہ آپ کبھی مقام زاویہ سے جمعہ پڑھنے کیلیے بصرہ کی مسجد میں حاضر ہوتے اور کبھی نہیں۔

المطالب العالیہ کے محقق لکھتے ہیں کہ: اس اثر اور امام بخاری نے جسے تعلیقا بیان کیا ہے دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیوں کہ انس رضی اللہ عنہ کا جمعہ کے دن مسجد پایا جانا ان ایام پر محمول کیا جائے گا جن میں وہ جمعہ کیلیے حاضر ہوتے۔[1]

دوسری اہم بات یہ کہ ان دو طرح کے آثار سے دو اہم مسئلہ ثابت ہوتا ہے،۔

پہلا مسئلہ: یہ کہ انس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ اگر کوئی شہر سے یا ایسی بستی سے جس میں جمعہ قائم کیا جاتا ہو، تین میل کی دوری پر ہو اسے جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

دوسرا مسئلہ: یہ کہ اگر کوئی شہر سے یا ایسی بستی سے جس میں جمعہ قائم کیا جاتا ہو، ٦ میل کے فاصلے پر ہو تو اسے اختیار ہے، اگر چاہے تو جمعہ کی نماز کیلیے مسجد میں آئے اور اگر چاہے تو گھر میں رہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَلَا يُعَارِضُ ذَلِكَ مَا رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ أَنَسٌ يَكُونُ فِي أَرْضِهِ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَصْرَةِ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ فَيَشْهَدُ الْجُمُعَةَ بِالْبَصْرَةِ لِكَوْنِ الثَّلَاثَةِ أَمْيَالٍ فَرْسَخًا وَاحِدًا لِأَنَّهُ يُجْمَعُ بِأَنَّ الْأَرْضَ الْمَذْكُورَةَ غَيْرُ الْقَصْرِ وَبِأَنَّ أَنَسًا كَانَ يَرَى التَّجْمِيعَ حَتْمًا إِنْ كَانَ عَلَى فَرْسَخٍ وَلَا يَرَاهُ حَتْمًا إِذَا كَانَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلِهَذَا لَمْ يَقَعْ فِي رِوَايَة ثَابت التَّخْيِير الَّذِي فِي رِوَايَةِ حُمَيْدٍ".[2]

---

[1] المطالب العالية محققا (٤/ ٦٤٣)

[2] فتح الباري لابن حجر (٢/ ٣٨٦)

اور اس (صحیح بخاری میں مذکور معلق اثر) کے اور مصنف عبد الرزاق میں مذکور اثر - جس میں آتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اپنی زمین میں ہوا کرتے تھے، ان کے اور بصرہ شہر کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہوا کرتا تھا اور وہ جمعہ پڑھنے کیلیے بصرہ آیا کرتے تھے - کے درمیان اس بنیاد پر کوئی تعارض نہیں ہے کہ تین میل تو ایک فرسخ ہوتا ہے۔

کیوں کہ دونوں کے درمیان جمع کی صورت یہ ہے کہ (مصنف عبد الرزاق کی روایت میں) جس زمین کا ذکر ہے وہ محل کے علاوہ دوسری زمین ہے، اور انس رضی اللہ عنہ ایک فرسخ (تین میل) کی دوری سے جمعہ میں حاضری ضروری سمجھتے تھے جبکہ اس سے زیادہ دوری سے جمعہ میں حاضری ضروری نہیں سمجھتے تھے۔

اسی لیے (ہم دیکھتے ہیں کہ) ثابت البنانی رحمہ اللہ کی روایت میں نمازی کو (جمعہ کی نماز سے) اختیار ملنے کی کوئی بات نہیں جب کہ یہ چیز حمید رحمہ اللہ کی روایت میں مذکور ہے۔

امام ابن بطال رحمہ اللہ اس اثر کی شرح میں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ:

"وما روى عن أنس أنه كان مرة يشهد الجمعة من الزاوية وهى على فرسخين من البصرة، ومرة كان لا يشهدها، والفرسخ ثلاثة أميال، ولو كان لازما عنده شهودها لمن كان على ستة أميال لما تركها بعض المرات".[1]

---

[1] شرح صحيح البخارى لابن بطال (٢/ ٤٩٥)

اور انس رضی اللہ عنہ سے جو منقول ہے کہ وہ بسا اوقات زاویہ سے جمعہ پڑھنے کیلیے آتے تھے جو کہ بصرہ سے دو فرسخ (یعنی ٦ میل) کی دوری پر ہے، اور بسا اوقات حاضر نہیں بھی ہوتے تھے - اور ایک فرسخ ۳ میل کا ہوتا ہے - لہذا اگر ان کے نزدیک ٦ میل کی دوری پر رہنے والوں پر جمعہ میں حاضر ہونا لازم ہوتا تو وہ بعض اسے (اوقات جمعہ میں حاضری) نہیں چھوڑتے۔

اگر پھر بھی کوئی مصر ہے کہ اس اثر کا معنی یہی ہوگا کہ انس رضی اللہ عنہ کبھی اپنے گھر میں جمعہ پڑھتے اور کبھی نہیں، تو اس صورت میں دو اشکال پیدا ہوتا ہے۔

١. اگر انس رضی اللہ عنہ کبھی کبھار مقام زاویہ والے اپنے قصر میں اہل وعیال اور اپنے غلاموں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے، کیوں کہ جمعہ کے دن بلا عذر جمعہ ترک کرنا جائز نہیں ہے تو پھر انہوں نے دوسرے موقع پر قصر زاویہ میں رہتے ہوئے جمعہ کیوں نہیں ادا کی؟

کیوں کہ جب جمعہ کے دن، نماز جمعہ کی ادائیگی ممکن ہو تو اسی کا ادا کرنا لازم ہوگا، ایسی صورت میں کسی قسم کا کوئی اختیار نہیں.[1]

٢۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر اس معنی کو تسلیم کر لیا جائے تو ابو البختری رحمہ اللہ والی روایت اس کے معارض ٹھہرے گی، کیوں کہ اس اثر کے مطابق آپ ہر جمعہ اپنے محل میں ہی گزارتے تھے، خواہ جمعہ پڑھیں یا نہ پڑھیں۔

---

[1] (از افادات: شیخنا فضیلۃ الشیخ محمد اشفاق سلفی حفظہ اللہ)

جبکہ ابو البختری رحمہ اللہ والی روایت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ بسا اوقات بصرہ میں نماز جمعہ کیلیے حاضر ہوا کرتے تھے۔

اب آیئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ امام بخاري نے اس اثر سے کیا مراد لیا ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس اثر پر باب قائم کیا ہے:"**باب من أين تؤتى الجمعة، وعلى من تجب.**"

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جمعہ کی نماز کیلیے کتنی دوری تک سے آنا ہوگا اور کن لوگوں پر یہ واجب ہے.

علامہ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس تبویب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے دو مسئلہ بیان کرنا چاہا ہے:

1. جو لوگ کسی ایسی بستی میں ہیں جہاں جمعہ کی نماز قائم کی جاتی ہے اور وہ مقیم ہے تو اس پر جمعہ کی نماز کیلیے مسجد میں حاضر ہونا واجب ہے.

2. جو لوگ ایسی بستی میں ہیں جہاں جمعہ قائم نہیں کیا جاتا اور وہ بستی اس جگہ سے دور ہے جہاں جمعہ قائم کیا جاتا ہے تو ان پر جمعہ کی نماز کیلیے مسجد میں آنا ضروری نہیں ہے.[1]

---

[1] (فتح الباری لابن رجب: ج۸، ص۱۵۷) اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے.

امام ابن رجب رحمہ اللہ کے اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس تبویب کے بعد امام عطاء رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے جس کا ما حصل یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کیلیے مسجد میں حاضر ہونا اس شخص کیلیے واجب ہے جس تک اذان کی آواز بغیر لاؤڈ اسپیکر کے پہنچتی ہو. خواہ وہ اذان سن پائے یا نہیں.

پھر اس اثر کے بعد انس رضی اللہ عنہ کا وہ اثر ذکر کیا ہے.

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی اس تبویب اور ترتیب سے یہی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ والے اثر کا یہ معنی ہے کہ وہ کبھی جمعہ کی نماز کیلیے مسجد میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی نہیں.

لہذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ انس رضی اللہ عنہ کے اثر میں جو لفظ "**يجمع**" وارد ہوا ہے اس سے مراد "**الحضور لصلاة الجمعة**" یعنی جمعہ کی نماز کیلیے ان کا (انس رضی اللہ عنہ کا) مسجد بصرہ میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھنا ہے نہ کہ قصر زاویہ میں جمعہ پڑھنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس جمعہ کو انس رضی اللہ مقام زاویہ سے بصرہ نہیں آپاتے تھے اور جمعہ بھی ادا نہیں کرتے تھے جیسا کہ مذکورہ بالا حقائق سے واضح ہوتا ہے تو یقیناوہ اپنے قصر میں نماز ظہر ہی ادا کرتے تھے کیوں کہ نماز ظہر ہی جمعہ کا بدل ہے۔[1]

اور رہا عمر رضی اللہ عنہ والا اثر جس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

---

[1] (از افادات: شیخنا شیخ محمد اشفاق سلفی حفظہ اللہ)

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كتبنا إلى عمر رضي الله عنه نسأله عن الجمعة بالبحرين فكتب إلينا أن جمعوا حيثما كنتم".[1]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عمر رضی اللہ عنہ کو یہ پوچھنے کیلیے خط لکھا کہ کیا بحرین میں جمعہ قائم کرسکتے ہیں؟ تو عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لکھ کر بھیجا کہ: تم جہاں کہیں بھی رہو جمعہ قائم کرو.

اس اثر کے عموم سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی نماز گھروں میں پڑھنا جائز ہے.

جبکہ اس اثر کا عموم دو وجہ سے مخصوص ہے.

1. اثر کے سیاق کی وجہ سے.

کیوں کہ اثر میں جو سوال ہے وہ قریہ اور بستی کی بابت ہے نہ کہ ہر گھر میں جمعہ پڑھنے کے بارے میں سوال ہے.

اسکی دلیل یہ ہیکہ فقہی قاعدہ ہے: "**السؤال معاد في الجواب**" یعنی سوال کو جواب میں دوہرایا جاتا ہے.

اب اس قاعدی کی بنیاد پر اس اثر کا معنی یہ ہو گا کہ ہاں تم بحرین جیسی بستی میں نماز جمعہ قائم کرسکتے ہو.

2. دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا عموم صحابہ کے عدم فعل سے مخصوص ہے.

---

[1] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٠٦٨).

اور وہ یوں کہ یہ معلوم ہے کہ صحابہ کرام کی جمعہ جب رہ جاتی تھی تو وہ ظہر ادا کیا کرتے تھے، کیونکہ کسی ایک صحابی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ وہ جماعت بنا کر جمعہ ادا کرتے تھے.

بلکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ جمعہ چھوٹ جانے پر ظہر ادا کرتے تھے.

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: «صَلَّيْتُ أَنَا وَزِرٌّ، فَأَمَّنِي وَفَاتَتْنَا الْجُمُعَةُ» ، فَسَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ: «فَعَلَ ذَلِكَ عَبْدُ اللهِ بِعَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ» قَالَ سُفْيَانُ: «وَرُبَّمَا فَعَلْتُهُ أَنَا وَالْأَعْمَشُ».[1]

حسن بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اور زر نے نماز پڑھی تو زر نے میری امامت کروائی اور ہم لوگوں کی جمعہ چھوٹ گئی تھی. میں نے ابراہیم سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی عمل علقمہ اور اسود رحمہا اللہ کے ساتھ مل کر کیا تھا.

امام سفیان کہتے ہیں کہ: بسا اوقات میں نے اور اعمش نے بھی ایسا ہی کیا.

جَمِيلُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ، قَالَ: «رَأَيْتُ إِيَاسَ بْنَ مُعَاوِيَةَ، وَهُوَ يَوْمَئِذٍ قَاضِي الْبَصْرَةِ، جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَفَاتَتْهُ فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى بِنَا الظُّهْرَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ».[2]

جمیل بن عبید الطائی کہتے ہیں کہ میں نے ایاس بن معاویہ کو دیکھا اس وقت جب وہ بصرہ کے قاضی تھے، جمعہ کی نماز کو آئے تو ان کی جمعہ چھوٹ گئی، تو آگے بڑھے اور ہمیں چار رکعت ظہر پڑھائی.

---

[1] (المعجم الكبير للطبراني: ٩٥٤٤).

[2] (مصنف ابن أبي شيبة: ٥٤٠٠).

ان آثار کو ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر "أن جمعوا حيثما كنتم" کے عموم سے گھروں میں نماز جمعہ کی ادائیگی درست ہے تو اسی اثر کے عموم سے دوبارہ جمعہ کی ادائیگی پر استدلال کیوں نہیں کیا جاسکتا۔

لہذا اس اثر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی بستی جہاں مسلمانوں کی ایک جماعت سکونت پذیر ہو انہیں وہاں جمعہ کے قیام کا اہتمام کرنا چاہیے۔

تاریخ اسلام میں اس سے قبل بھی بعض مواقع پر مساجد بند رہی ہیں مگر کسی واقعہ یا کسی ایک روایت سے بھی یہ ثابت نہیں کہ گھروں میں جمعہ کی نماز لوگوں نے ادا کی ہو.

لہذا ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز گھروں میں ادا نہیں کر سکتے.

رہا عید کو جمعہ پر قیاس کرنا تو یہ قیاس مع الفارق ہے.

بلکہ ابن رشد رحمہ اللہ اسے ضعیف قیاس کہا ہے.

فرماتے ہیں:**فمن قال أربعا شبهها بصلاة الجمعة وهو تشبيه ضعيف،.................لأن صلاة الجمعة بدل من الظهر، وهذه ليست بدلا من شيء، فكيف يجب أن تقاس إحداهما على الأخرى في القضاء.**[1]

جس نے چار رکعت کہا ہے اس نے عید کی نماز کو جمعہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ ضعیف تشبیہ ہے.......... اس لیے نماز جمعہ ظہر کا بدل ہے جبکہ نماز عید کسی نماز کا بدل نہیں ہے. تو کیسے ممکن ہے کہ قضاء کی صورت میں ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جائے؟

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس زمانے میں جب عید کی نماز مسجد یا گھر میں ادا کی گئی تھی تو ایسی صورتِ حال نہیں تھی جو آج ہے. کیونکہ اس زمانے میں نماز عید امام کے ساتھ عید گاہ میں ادا کی گئی تھی جبکہ آج نماز عید اصلاً ادا ہی نہیں کی جا رہی ہے. اس لیے دونوں صورتوں میں فرق ہے.

ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا گھروں میں نماز عید کی ادائیگی کے جواز کیلیے عید گاہ میں نماز کا پڑھا جانا شرط ہے؟

اگر شرط ہے تب تو ٹھیک ہے اور اگر نہیں ہے تو عید گاہ میں نماز کے نہ ہونے سے گھر میں نماز عید کی ادائیگی کا کوئی تعلق نہیں.

جہاں تک بات شرط کی ہے تو بعض علماء نے امام کے ساتھ عید گاہ میں نماز عید ادا کرنے کو شرط کہا ہے.

لیکن یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ شرط یا وجوب مجرد فعل نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہوتا.[2]

---

[1] بداية المجتهد ونهاية المقتصد (١/ ٢٣١).

[2] المطلق والمقيد (ص: ٩٨).

اس لیے راجح یہ ہے اس طرح کی شرط لگانا صحیح نہیں جب تک کہ اشتراط کیلیے دلیل خاص یا قرینہ نہ مل جائے.

علاوہ ازیں اگر انسان کسی واجب یا شرط کی تکمیل پر قادر نہ ہو تو بربنائے عجز وعدم قدرت، وجوب و شرطیت ساقط ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص ٹرین یا ہوائی جہاز سے سفر کر رہا ہے اور استقبال قبلہ سے عاجز ہے تو ایسی صورت میں قبلہ کا استقبال ساقط ہو جائے گا، جبکہ استقبال قبلہ نماز کے شرائط میں سے ہے۔ کیوں کہ فقہی قاعدہ ہے: "**لا واجب مع العجز**" یعنی عدم استطاعت کی وجہ سے واجب ساقط ہو جاتا ہے۔[1]

اک آخری بات یہ کہ اس مسئلے میں عام دنوں میں دو صورتیں ہونگیں.

1. یا تو کچھ لوگ ایسے ہونگے جنہوں نے امام کے ساتھ عید کی نماز ادا کی ہو گی.

2. یا پھر کچھ افراد ایسے ہونگے جنہوں نے عذر کی وجہ سے گھروں میں یا مساجد میں نماز عید ادا کی ہو گی.

اب پہلی صورت تو ان ایام میں متعذر ہے، جبکہ دوسری صورت پر عمل کرنا ممکن ہے.

اور فقہی قاعدہ ہے کہ: "**الميسور لا يسقط بالمعسور**" "جس کام کے بعض حصوں پر عمل کرنا ممکن ہو اور بعض پر نہیں تو جس پر عمل کرنا ممکن ہو اسے کیا جائے گا".

---

[1] (ازافادات: شیخنا شیخ محمد اشفاق سلفی حفظہ اللہ)

اس کی مثال لیں:

ایک شخص ہے جس کے ہاتھ میں کہنیوں کے پاس پٹیاں لگی ہیں جب کہ نیچے آدھے سے زیادہ ہاتھ میں کچھ نہیں ہے.

ایسے شخص کیلیے حکم یہ ہے کہ وہ ہاتھ کے جتنے حصوں کو دھو سکتا اسے دھوئے گا اور باقی پر مسح کرے گا.

اب کوئی یہ کہے کہ یا تو پورا ہاتھ دھونا ہے یا پھر پورا مسح کرنا اور چونکہ صورت مذکورہ میں پورے کو دھونا ممکن نہیں اس لیے پورے کو مسح کریں گے، تو اس کی بات غلط ہو گی.

دلیل وہی فقہی قاعدہ ہے جو اوپر گزرا.

رہا یہ استدلال کہ عید جمعہ کو پڑ جائے تو جمعہ کو ساقط کر دیتا ہے تو واضح ہو کہ جمعہ میں صرف حاضر ہونا ساقط ہوتا ہے، نہ کہ اس وقت کا فرض ہی ساقط ہو جاتا ہے.

امام خطابی رحمہ اللہ اپنی کتاب معالم السنن میں فرماتے ہیں:

"قلت في إسناد حديث أبي هريرة مقال ويشبه أن يكون معناه لو صح أن يكون المراد بقوله فمن شاء أجزأه من الجمعة أي عن حضور الجمعة ولا يسقط عنه الظهر".[1]

"میں کہتا ہوں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (جس میں یہ مذکور ہے کہ آج دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں لہذا تم میں جو رکنا چاہے وہ رکے اور جو جانا چاہے وہ چلا جائے) ضعیف ہے۔

[1] معالم السنن (١/ ٢٤٥)

اور اگر صحیح بھی ہو تو نبی اکرم ﷺ کے اس قول کا مطلب یہ ہو گا کہ جو چاہے اس کیلیے عید جمعہ کے بدلے میں ہو جائے گی، یعنی جمعہ میں حاضر ہونے کے بدلے (عید میں حاضر ہونا کافی ہو جائے گا) اور اس سے ظہر ساقط نہیں ہو گی۔"

اس لیے ظہر کی ادائیگی تو کرے گا ہی. البتہ جمعہ میں حاضری سے اجازت ہے.

اس رخصت کی علت کیا ہے؟

اس رخصت کی علت دو عید کا جمع ہونا ہے نا کہ دو فرض کا جمع ہونا ہے.

کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **"إن هذا يوم قد اجتمع لكم عيدان"**[١]

آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں اکٹھی ہو گئی ہیں.

یہ نہیں کہا کہ دو فرض اکٹھے ہو گئے ہیں.

اس لیے نا ہی یہ حدیث نماز عید کی فرضیت کی دلیل ہے اور نا ہی اس بات کی کہ جمعہ مثل عید ہے.

اب یہاں میں ایک سوال کرتا ہوں کہ اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن اکٹھے ہو جائیں تو جو لوگ مسجد میں حاضر نہیں ہونگے، کیا ان کیلیے یہ جائز ہے کہ وہ گھر میں نماز جمعہ ادا کریں؟

اس مسئلے میں آخری بات یہ ہے کہ اصول کا یہ قاعدہ ہے کہ: **(من شروط الحكم) أن يكون حكم الفرع مساويا لحكم الأصل.**[١]

---

[١] سنن أبي داؤد: ١٠٧٣

اگر کسی شیء کو کسی دوسری شیء پر قیاس کر رہے ہیں تو لازم ہے کہ دونوں اشیاء حکم میں یکساں ہوں چنانچہ کسی واجب چیز کو کسی مندوب چیز پر یا کسی مندوب شیء کو کسی واجب شیء پر قیاس کرنا جائز نہیں.

لہذا یہاں جمعہ کو عید پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اگر عید کو فرض بھی کہتے ہیں (جب کہ یہ مرجوح ہے جیسا شیخ سلیمان الرحیلی حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے) تو بھی اس کی فرضیت پانچوں نمازوں کے مثل نہیں ہو سکتی. جیسا کہ شیخ عبد الکریم الخضیر حفظہ اللہ نے مؤطا کی شرح میں لکھا ہے. جب کہ اس کے وجوب عینی و کفائی اور سنیت کے درمیان شدید اختلاف ہے.

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے زمانے میں نماز عید خارج عید گاہ بطور قضا پڑھی گئی تھی، بطور ادا نہیں، تو ان سے عرض ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ضعیف لوگوں کو مسجد میں لے جا کر نماز پڑھانے کا جو حکم دیا تھا اس کی علت کیا تھی؟

کیا علت یہ تھی کہ ان کی نماز فوت ہو گئی تھی؟

یا علت یہ تھی کہ وہ عید گاہ میں "حاضر ہونے سے معذور تھے"؟

اگر علت یہ بتاتے ہیں کہ نماز فوت ہو گئی تھی تو یہ علت یہاں درست نہیں ہے، لہذا متعین یہ ہوا کہ ان کے مسجد میں نماز پڑھنے کی علت یہ تھی کہ وہ عید گاہ میں "حاضر ہونے سے معذور" تھے.

اس لیے ان کی نماز قضا نہیں بلکہ ادا تھی.

---

[1] (مذكرة في أصول الفقه للشيخ الأمين الشنقيطي: ص ٣٢٧).

اب اس کو ایک مثال سے سمجھیں.

ایک شخص ہے جسکی آنکھ لگ گئی اور نماز فجر کا وقت نکل گیا یہاں تک کہ سورج بھی نکل آیا، اب اس شخص کی آنکھ کھلی، ابھی اس کے اوپر واجب ہے کہ وہ نماز فجر ادا کرے. اور چونکہ وہ سونے کی وجہ سے معذور تھا لہذا اس کی نماز ادا ہو گی، قضا نہیں.

بالکل یہی عذر والی بات یہاں بھی ہے، جن ضعیف حضرات کو علی رضی اللہ عنہ نے مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی وہ بھی معذور تھے لہذا ان کی نماز بھی ادا واقع ہوئی.

اب موجودہ صورتحال کو مسئلہ مذکورہ پر قیاس کریں.

اصل: علی رضی اللہ عنہ کا ضعیف لوگوں کو مسجد میں نماز عید کی ادائیگی کی اجازت دینا.

فرع: موجودہ صورتحال میں اکثر علماء کا لوگوں کو نماز عید گھر میں ادا کرنے کی اجازت دینا.

علت: دونوں میں علت جامعہ یہ ہے کہ دونوں صورت میں لوگ "عید گاہ میں حاضر ہونے سے معذور ہیں".

حکم: (عذر کے سبب) عید گاہ کے علاوہ کہیں اور بھی نماز عید پڑھ سکتے ہیں، خواہ وہ مسجد ہو یا گھر.

تیسرا مسئلہ:

گھروں میں عید کی نماز کی ادائیگی کس طرح کریں؟

جواب یہ ہے کہ گھروں میں نماز عید اسی طرح پڑھی جائے گی جس طرح عام حالات میں میدان یا عید گاہ میں پڑھی جاتی ہے.

کیونکہ گذشتہ صفحات میں جتنے بھی دلائل ذکر کیے گئے ہیں سب عام ہیں، لہذا ان دلائل کے مطابق نماز عید کہیں بھی پڑھی جائے طریقہ وہی ہوگا جو کہ عام حالات میں ہوتا ہے. اور جو کوئی فرق کے قائل ہیں انہیں چاہیے کہ صحیح اور صریح دلیل پیش کریں.

* تکبیرات زوائد کی تعداد کے سلسلے میں علماء کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے:

چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات زائد تکبیرات اور دوسری رکعت میں تکبیر انتقال کے علاوہ پانچ زائد تکبیرات کہیں گے.

جبکہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ٦ تکبیرات زائد ہیں اور دسری رکعت میں ٥ تکبیرات زائد ہیں.

معاملہ میں وسعت ہے، اگر کوئی ٦ تکبیر زائد کے ساتھ پڑھتے ہیں تو بھی صحیح ہے اور کوئی ٧ زائد تکبیرات کے ساتھ پڑھتے ہیں تو بھی درست ہے۔

مسئلہ میں شدت اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔[1]

---

[1] میرے استاد محترم مشفق و مربی فضیلۃ الشیخ محمد اشفاق سلفی حفظہ اللہ ٦ تکبیرات زائدہ کے قائل ہیں۔

چوتھا مسئلہ:

کیا گھروں میں نماز عید کے بعد خطبہ بھی دیا جائے گا؟

جواب: اگر نماز عید قضا پڑھی جا رہی ہو یا تنہا پڑھ رہا ہو تو ایسی صورت میں خطبہ نہیں دیں گے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اثر میں یہ بات تو ہے کہ عبد اللہ بن ابی عتبہ نے نماز پڑھائی مگر خطبہ کا ذکر نہیں ہے۔

اور اگر کسی عذر کے سبب نماز بطور ادا پڑھی جا رہی ہو تو ایسی صورت میں اگر ایک چھوٹی سی جماعت اکٹھی ہو جائے تو خطبہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر نہ بھی دیں تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب.